حلیہ شریف۔ فنِ خطّاطی کا زیور

خالد یوسفی *

کچھ عرصہ قبل سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک معیاری اور متوسط ضخامت کی کتاب ''الرحیق المختوم'' کے مطالعے کا موقع ملا۔ ساری کتاب ہی ''نور علیٰ نور'' لیکن ہجرت نبوی کے باب میں جب اُم معبد کی زبانی نبی آخر الزماںؐ کے سر اپائے اقدس کا بیان نظر نواز ہوا تو عجیب کیفیت ہوئی۔ حقیقت میں آپؐ کا دیدار ایسی عظیم سعادت ہے جس کی آرزو ہر مسلمان کے دل میں پلتی رہتی ہے۔ یہ تو بس نصیب کی بات ہے۔

ع این سعادت بزور بازو نیست　　　　تانہ بخشد خدائے بخشندہ۔

اس ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کا تصور کیونکر ممکن ہے جبکہ ہمارے دلوں میں تصور بھی غیر واضح ہے، اور وہاں حسن ظاہر و باطن اور تجلیاتِ صدق وامانت غرض اس تصور سے کیا کچھ نہیں ہے۔ شاعر نے بجا کہا :

ع حُسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، ید بیضا داری　　　　آنچہ خوباں ھمہ دارند تو تنہا داری۔

کچھ عرصہ پہلے (تقریباً ۱۹۶۰ء) تک اکثر اہل وطن خطّاطی کی عالمی روایت کے کمال اور رموز سے زیادہ واقف نہ تھے۔ اس کی بڑی وجہ ابلاغ کی کمی تھی۔ بیسویں صدی عیسوی کے بہترین خطّاط، ترکی کے استاذ حامد الآمدی (۱۸۹۱-۱۹۸۲) کے مشوروں کی روشنی میں استنبول میں خطاطی کے ایک عالمی مقابلے کا اہتمام کیا گیا۔ اس میں روایتی اور عالمی سطح پر تسلیم شدہ رسوم الخط میں کمالِ فن کے مظاہرے کی دعوت عام دی گئی۔ خطِ ثلث، ثلث العادی، نسخ، نستعلیق، دیوانی، دلوانی جلی، کوفی، رقعۃ اور خط مغربی میں لکھنے کے لیے الگ الگ عبارتیں مقرر کی گئیں اور فن پاروں کی تیاری کے لیے اہلِ فن کو قریباً ایک سال کا عرصہ دیا گیا۔ اس مقابلے کے منصفین کی جیوری مختلف ممالک کے نمایاں اساتذہ پر مشتمل تھی۔

اس مقابلہ کے اثرات تمام مسلم ممالک (انڈونیشیا سے مراکش تک) میں غیر معمولی طور پر دیکھے گئے۔ جلد ہی ۱۹۸۵ء میں ارسیکا کا ادارہ قائم ہوا (History, Art & Culture Islamic Centre for Islamic) جس کا مخفف ''IRCICA'' لکھا جاتا ہے۔ اب اس ادارے کے ماتحت ہر تین سال بعد باقاعدگی سے یہ مقابلہ ہوتا آرہا ہے۔ اب تک دس مقابلے انعقاد پذیر ہو چکے ہیں اور گیارھویں مقابلے کے لیے اعلان کیا جا چکا ہے۔ پہلا مقابلہ استاذ حامد الآمدی کی یاد میں تھا اور اسی طرح ہر مقابلہ کسی نامور عالمی خطّاط کے نام پر منعقد ہوا۔ یہ دنیائے خطّاطی کا سب سے بڑا اور وقیع مقابلہ شمار کیا جاتا ہے۔ ۲۰۱۶ء میں IRCICA کے ڈائریکٹر جنرل محترمی خالد ایرن اسلام آباد میں منعقد ایک بین الاقوامی نمائش میں شرکت کے لیے تشریف لائے تو انھوں نے بتایا کہ اب تک ۱۶ پاکستانی خطّاط ان مقابلوں میں انعامات حاصل کر چکے ہیں۔ ان میں سے بعض نے دو/تین یا اس سے بھی زائد مرتبہ انعام حاصل کیا۔

مناسب ہوگا کہ قارئین کے سامنے ظہورِ اسلام کے وقت سے خطّاطی کی صورتِ حال، اس کی وقت کے ساتھ ترقی اور بدلتی صورتیں بیان کر دی جائیں۔ اس سے آج کے فنی ورثے کی سمجھ بھی آئے گی اور ماضی سے اس کے مضبوط رشتے کا بھی اندازہ ہوگا۔ خط کے تاریخی حوالے سے دیکھا جائے تو دورِ نبویؐ میں مکہ مکرمہ میں رائج عربی رسم الخط زیادہ ترقی یافتہ نہ تھا

---

* سابق سینئر کیلی گرافسٹ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان۔

جبکہ مدنیہ منورہ میں تحریر کی قدرے ترقی یافتہ شکل موجود تھی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو مکاتبت، اس وقت کے اہم حکمرانوں سے کی گئی۔ ان نامہ ہائے مبارک میں یہی مدنی طرزِ کتابت اختیار کیا گیا تھا۔ اس وقت ایک اہم ترین فریضہ کتابت وحی کا تھا۔

چالیس سے زائد صحابہ کرامؓ کے اسماء کاتبانِ وحی کے ذیل میں مذکور ہیں۔ نزولِ وحی کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نازل شدہ آیات کی کتابت کا حکم فرماتے اور ساتھ یہ بھی تعیّن فرما دیا جاتا کہ اس آیت /آیات کو قرآن کی ترتیب میں کس مقام پر رکھا جائے گا۔

۲۰۰۵ء میں ترکی سے مصحفِ عثمانی کی طباعت کا اہتمام کیا گیا۔ متنِ قرآن کے اسی عکس کو طبع کر دیا گیا ہے جو حضرتِ عثمانِ غنیؓ کے حکم سے اصح المصاحف کے طور پر تیار کیا گیا تھا۔ آج کے خواندگان کی سہولت کے لیے خطِ نسخ میں ہر صفحہ کے متن کو صفحہ کے آخر میں دیا گیا ہے چونکہ مصحفِ عثمانی کے اصل رسم الخط کو آج کے لوگ نہیں پڑھ سکتے۔

قرآن حکیم کی برکت سے مسلمانوں نے دو نئے فنون ایجاد کیے۔ ایک تو قرآن کو خوب سے خوب تر معیار کے ساتھ پڑھنا، دوسرے آیاتِ قرآنی کی کتابت میں اعلیٰ ترین معیار کا اہتمام کرنا۔ مراد ہے فنِ تجوید اور فنِ خطاطی۔ غرض یہ دونوں فنون (اور ان کے علوم) براہ راست قرآن کا فیضان ہیں۔ آج یہ دونوں مہارتیں بطور روایت مسلم تہذیب کا امتیازی وصف شمار کی جاتی ہیں۔ رفتہ رفتہ حسنِ خط کے علاوہ نقاشی اور تذہیب کے اضافے سے دیدہ زیب اور روح پرور نمونہ ہائے فن وجود میں آنے لگے۔ اب خطاطی نے ایک مستقل فن کی حیثیت حاصل کر لی۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس خط کی شکلوں میں تبدیلیاں پیدا ہوتی چلی گئیں اور نئے خطوط کی ایجاد سے فن کا کینوس بے حد وسیع ہوگیا۔ شروع کی تین صدیوں میں صرف خطِ کوفی ہی زیرِ مشق رہا اور اپنی تزئینی منازل طے کرتا رہا لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ خطِ کوفی اپنے حد سے بڑھے ہوئے تزئینی انداز کے نتیجے میں ناقابلِ فہم اور مغلق بن گیا۔ اب آسانی سے ان عبارات کو پڑھنا ممکن نہ تھا۔

بالآخر عباسی دورِ حکومت کے ایک باکمال شخص ابنِ مقلہ الوزیر (م ۹۴۰ء) نے اپنی غیر معمولی ذہانت اور ذہن رسا سے چھ نئے خطوط ایجاد کیے۔ مولانا جامیؒ نے ایک شعر میں ان خطوط کا ذکر کیا ہے۔

ابنِ مقلہ وضع کرد ایں شش خط از خطِ عرب
ثلث وریحان ومحقق، نسخ وتوقیع ورقاع

۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶

درج بالا خطوط میں سے خطِ نسخ ہی کو یہ امتیاز حاصل ہوا کہ آج تک کم وبیش دس صدیاں گزرنے کے بعد یہی خط کتابتِ قرآن کے لیے رائج اور مقبول ومعروف ہے۔ یہ پڑھنے میں آسان تھا اور اس میں اعراب کے تعین اور وضاحت کی زیادہ گنجائش تھی لہٰذا اس نے عملاً خطِ کوفی کو عام تحریر کے لیے منسوخ کر دیا۔ اسی وجہ سے اس کا نام نسخ قرار پایا۔

ابنِ مقلہ کے بعد ابن البواب (م ۱۰۳۱ء) نے خطِ نسخ اور محقق وریحان کی شکلوں کو مزید بہتر کیا۔ مستعصم باللہ کے کتاب دار اور اپنے وقت کے معروف خطاط یاقوت مستعصمی (ا) (م ۱۲۹۸ء) نے ان خطوط کو عموماً اور خط نسخ کو خصوصاً نئی آب وتاب بخشی۔ بعد میں آپ کے چھ شاگرد استادانِ شش گان کہلاتے ہیں۔ انھوں نے استاد کے قلم سے قلم ملانے میں کوئی فرق نہیں چھوڑا۔ بعد کے آنے والے نسخ نویسوں کا ایک بڑا حلقہ آپ سے اثر قبول کرتا ہے۔

ترک خطاطوں کے جد امجد شیخ حمد اللہ اماسی (م: ۱۵۲۰ء) گزرے ہیں۔ ان کی خدمات اور خطی ترمیمات

واصلاحات کا دائرہ بھی وسیع ہے۔ انہی کے متصل زمانے میں احمد قرہ حصاری (م: ۱۵۵۶ء) نے نسخ پر اپنے انداز میں کام کیا اور بالخصوص خطِ محقق وریحان پر ان کے اثرات واضح طور پر نظر آتے ہیں۔ ان کے بعد ترکی ہی کے استاد حافظ عثمانؒ (۱۶۴۲ء۔۱۶۹۸ء) خط نسخ کے حوالے سے نہایت اہم شخصیت ہو گزرے ہیں۔ ان کے مقام و مرتبے کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ وہ خلفیہ وقت کے بھی استاد تھے اور خلیفہ/سلطان ان کا بے حد احترام کرتا تھا۔ آج کے نسخ نویس انھیں اپنا امام (آئیڈیل) سمجھتے ہیں۔

سلطنتِ عثمانیہ میں خطاطی کے عروج، سرپرستی اور والہانہ ذوق وشوق (جو خواص اور عوام میں برابر موجود تھا) نے وسیع مسلم علاقوں میں دیرپا اثرات مرتب کیے۔ ایک صدی بعد ترکوں میں استاذالاساتذہ قرار دیے جانے والے رجحان ساز خطاط مصطفیٰ راقم (۱۷۵۷ء۔۱۸۲۶ء) سے لے کر عثمانی اقتدار کے خاتمے اور ترکی میں عربی رسم الخط پر پابندی لگنے کے وقت تک باکمال خطاطوں کی ایک بہت بڑی تعداد (ان کا تذکرہ ایک الگ مضمون کا متقاضی ہے) اپنے فنی کمالات کو جریدہ عالم پر ثبت کر کے دوام بخش چکی تھی۔ بدلے ہوئے حالات میں سلطنتِ عثمانیہ کے آخری رئیس الخطاطین احمد کامل آفندی (۱۸۶۲ء۔۱۹۴۱ء) اور معروف خطاط شیخ محمد عبدالعزیز الرفاعی (۱۸۷۱ء۔۱۹۳۴ء) نے مصر کی طرف ہجرت اختیار کی۔ ان کے بعد آنے والے خطاطوں میں اہم ترین شخصیت استاد حامد الآمدی (۱۸۹۱ء۔۱۹۸۲ء) نے استنبول ہی میں رہ کر (عربی زبان، عربی رسم الخط پر پابندی جیسے) ہر قسم کے حالات میں فن خطاطی کی بہترین خدمت کی۔ ان کے تلامذہ کی تعداد زیادہ ہے اور طویل عرصہ کام کرنے کی وجہ سے ان کے اثرات بہت دیرپا ثابت ہوئے۔ آج دنیا بھر کے اکثر ثلث نویسوں کا شجرۂ تلمذ آپ تک ضرور پہنچتا ہے۔ استاذ حامد کی ذاتِ گرامی سے فن الخط کے رموز بیسویں صدی کے اواخر کے اہل ہنر کو براہ راست پہنچ گئے اور ان کے شاگردوں کے طفیل آج دنیا بھر کے شائقین اور اہلِ فن مستفید ہو رہے ہیں۔ بغداد میں انعقاد پذیر ایک عظیم نمائش اور سیمینار (اپریل ۱۹۸۸ء) میں دنیا بھر سے ۲۰۰ کے قریب چیدہ اہل فن ایک جگہ جمع تھے۔ ان دس روزہ تقریبات اور لیکچرز میں خوش قسمتی سے راقم الحروف کو بھی شرکت کا موقع ملا۔ ترک اساتذہ فن، عراقی، مصری اہل فن، غرض دنیا بھر سے چنے ہوئے لوگ جمع تھے جن سے بہت کچھ سیکھنے اور اخذ کرنے کو ملا۔ خصوصاً استاذ حامد الآمدی کے سینئر شاگرد جناب حسن چلپی سے بھی ملاقات اور رہنمائی کا موقع حاصل ہوا۔

اصل موضوع اور عنوان کی رعایت سے ضروری ہے کہ اب قارئین کرام کو اس خاص اصطلاح، یعنی حلیۂ شریف کے تعارف اور اس کی حطاطی کے پس منظر سے آگاہ کیا جائے۔

حلیہ شریف:

اسے حلیۂ سعادت اور حلیۂ نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپائے اقدس اور شمائل وخصائل کا بیان ہوتا ہے۔ ان روایات اور دیگر مشمولات کو ایک دوسرے سے بڑھ کر اور سجا بنا کر لکھنے سے خطاطی کی دنیا میں ایک مبارک روایت وجود آئی جسے اصطلاحاً حلیۂ شریف کہا جاتا ہے۔

حلیۂ شریف میں اکثر خطاط، حضرت علی رضی اللہ عنہ، سے مروی ایک روایت کو لکھتے یں۔ علاوہ ازیں آپؐ کے شمائل وحصائص کے ذیل میں ام معبد کا بیان، حضرات صحابہ کرامؓ سے روایات ملتی ہیں۔ مثلاً حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت براء بن عازبؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، اور حضرت ابن عباسؓ نے اپنے اپنے انداز میں آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کیا ہے۔ مذکورہ بالا اور اس کے علاوہ بھی جو مواد اس حوالے سے اُردو میں دستیاب ہے، اسے پاکستانی خطاط خطِ نستعلیق میں (اور اردو زبان ہی میں) اپنے ماحول کی مناسبت سے اختیار کر سکتے ہیں اور متنوع فن پارے بنا کر پیش کر سکتے

ہیں۔ مناسب ہوگا کہ حضرت علیؓ سے مروی مشہور روایت کا اردو ترجمہ پیش کر دیا جائے۔
حضرت علیؓ آپؐ کا وصف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ”آپؐ نہ زیادہ لمبے تھے اور نہ ہی پست قامت بلکہ درمیانہ قد لوگوں میں تھے۔ آپؐ کے بال نہ زیادہ گھنگریالے تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ دونوں کے بیچ کی کیفیت تھی۔ رخسار نہ بہت پر گوشت تھے نہ ٹھوڑی چھوٹی۔ چہرہ کسی قدر گولائی لیے ہوئے تھا۔ رنگ گورا، سرخی مائل، آنکھیں نہایت سیاہ، پلکیں لمبی، جوڑوں اور مونڈھوں کی ہڈیاں مضبوط تھیں۔ سینہ تک بالوں کی ہلکی سی لکیر، بقیہ جسم بالوں سے خالی۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں پُر گوشت تھیں۔ جب آپؐ چلتے تو قدموں کو قوت سے اٹھاتے گویا بلندی سے آرہے ہیں۔ جب کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پورے وجود کے ساتھ متوجہ ہوتے۔ دونوں مبارک کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی۔ آپؐ تمام انبیاؑء کے خاتم تھے۔ سب سے زیادہ سخی دست اور سب سے بڑھ کر جرأت مند۔ سب سے بڑھ کر سچی زبان والے اور سب سے بڑھ کر عہد و پیمان کے پابندِ وفا۔ سب سے زیادہ نرم طبیعت اور سب سے شریف ساتھی۔ جو آپؐ کو اچانک دیکھتا مرعوب ہو جاتا اور جو جان پہچان کر ملتا محبوب مان لیتا۔ آپؐ کا وصف بیان کرنے والا یہی کہہ سکتا ہے کہ میں نے آپؐ سے پہلے اور آپؐ کے بعد کوئی آپؐ جیسا نہیں دیکھا۔“

انگریزی خوان حضرات کے لیے اسی روایت کا انگریزی ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

The hilye tetxt passed down from Ali reads as follows:

> The Lord Ali (may God bless him) describe the Lord Prophet (may God's prayers and greetings be with him) in these words: He was neither so tall as to look down on everyone else nor so short that all others looked down upon him; just slightly taller than the majority, of normal, middle height. His hair was neither short and tightly curled, nor completely straight, but slightly wavy and neat. His cheeks were neither full and fleshy nor so thin and dry that his bones stood out; his holy face was roundish, and its colour white with a slight reddsh tone. His eyes were black and his eyelashes thick and long. His body was burly, with strong powerful bones, and his shoulders were fairly broad. His body was covered with fine, short hairs that became thicker in the middle of his chest and extended to his belly. His hands and feet were perfect in size and plumpness. He walked as if he were descending a hill, leaning forwards. When he wished to turn his head, he did not turn his head alone, but with his whole body. Between his shoulder blades was the nubuvvet muhru, the mark of brotherhoodؐ that signified he was last of the prophets. Of all human beings his heart was the

most generous. His speech and accent were unsurpassed, and in disposition and personal its he was the most gentle, and of all persons the one who conversed with the most perfect understanding and whose relations with others were of the most harmonious. Those who saw him from a distance were slightly afraid of his imposing appearance, but if honoured to know him better they loved him more than any other thing and felt empathy with him. People used to say of him, I have never seen his like, neither before Him nor after Him,' when expressing their admiration. May God's prayers and salutations be with him!

سیرت پاک کے متعلق مضامین/تقاریظ کی ایک کتاب پر نظر ڈالتے ہوئے محترمی ڈاکٹر خورشید رضوی رقمطراز ہیں "موضوع اگر سراپائے محبوب ہو تو تفصیل ختم ہونے میں نہیں آتی۔"

اسی ذیل میں مرحوم عبدالجبار شاکر کا طرز بیان بھی خوب ہے۔ فرماتے ہیں: "رہا سیرت نگاری میں شمائل رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مقام، تو یہ ایک ایسی شخصیت کے اعمال، خصائل و شمائل اور اوصاف کا تذکار جمیل ہے جس کی خاموشیوں کو بھی بسا اوقات قانون کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔" (۲)

خطّاطی کے حوالے سے ترکی میں ایسے باقاعدہ ادارے موجود ہیں جن کی زیادہ تر مساعی حلیۂ شریف کے بارے میں تحقیق اور نشر و اشاعت ہی سے متعلق ہوتی ہیں۔ یہ قابلِ رشک لوگ قدیم اساتذہ کے شاہکار تلاش کرتے اور انھیں محفوظ کرنے کا کمال ذوق و شوق رکھتے ہیں۔ ایسے اداروں اور محسنینِ فنِ خطاطی کی کوششوں کا ایک مظہر "حلیۂ شریف" نامی ایک شاندار نظر نواز کتاب کی صورت میں سامنے آیا۔ یہ کتاب استنبول سے شائع ہوئی۔ اس کے مرتّبین میں ڈاکٹر فاروق تشکیل (جو کتاب کے آرٹ ڈائریکٹر بھی ہیں) اور ممتاز خطاط ڈاکٹر حسین گوندوز ہیں۔ اس کتاب میں تمام عبارت ترکی اور انگریزی زبانوں میں ایک ساتھ چلتی ہے۔ طباعت اور پیشکش موضوع کے شایانِ شان ہے۔ کتاب کہ وجہ اشاعت بھی نہایت لطیف اور دل کو چھو لینے والی ہے۔ ۲۰۰۳ء کے عرصہ میں بعض ظالموں نے یورپ سے آزادی اظہار کی آڑ میں پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو استہزاء اور تنقید کا نشانہ بنایا تھا (العیاذ باللہ) دنیا بھر کے مسلمان اس حرکت سے دل گرفتہ اور بے چین تھے۔ چند اہل دل نے "حلیۂ شریف" کی تاریخ اور خطاطی کے نمونوں پر مشتمل اس کتاب کا اہتمام اسی پس منظر میں کیا۔ غایت صرف یہ تھی کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شمائل و خصائل پر مشتمل حلیۂ نبوی کے جو اعلیٰ ترین اور دل نواز فن پارے موجود ہیں انھیں یکجا کر کے پیش کر دیا جائے۔ اسکے متن کے مطالعہ اور شاہ پاروں کے ظاہری حسن سے اہل ایمان کے دلوں کو شاید تسلی اور سکون حاصل ہو۔

مذکورہ کتاب میں زیادہ تر نمونے قدماء کے ہیں اور چند ایک نمونے موجودہ معروف خطّاطوں کے بھی ہیں۔ تاریخی لحاظ سے ڈیزائن اور تقسیم کی حد تک حلیہ شریف کو لکھنے کے دو ہی بنیادی انداز ہیں۔ ایک تو عظیم خطّاط حافظ عثمان کا انداز ہے۔ جس میں مضمون مختصر اور لے آوٹ ایک ہی انداز پر نظر آتا ہے۔ ان کے کتابت کردہ کم از کم سات حلیہ شریف نظر سے گزر چکے ہیں۔ یہاں یہ وضاحت کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حافظ عثمان ہی اولین خطّاط ہیں، جنھیں حلیہ شریف لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ بعد میں آنے والے اکثر معروف اساتذہ نے عقیدت سے حلیہ شریف کا یہی انداز اختیار کیا

ہے۔ زیرِ نظر شمارے میں اسی عثمانی انداز کے اتباع میں ایک خوبصورت نمونہ استاذد جناب مصطفیٰ عزتؒ کے قلم کا شاہکار (تصویر نمبرا) پیش کیا جارہا ہے۔ ان کے دو مشہور زمانہ شاگردوں کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ایک توشفیق بے، جنھوں نے لاتعداد اعلی معیار کے فن پاروں کے علاوہ بیت المقدس میں گنبدِ صخریٰ پر سورہ یسین بخطِ ثلث جلی لکھنے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ دوسرا اہم شاگرد عبداللہ زھدی ہیں جنھوں نے مسجد نبوی کے قدیم حصے (ترکی حرم) میں محراب کے ساتھ والی (قبلہ رخ) دیوار پر آیات خطِ ثلث جلی میں دو لمبی سطروں کی شکل میں لکھی ہیں اور ساتھ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے گرامی لکھ کر شہرتِ دوام حاصل کی۔

حلیہ شریف کا دوسرا انداز

حافظ عثمان کے تقریباً سو سال بعد استاذ مصطفیٰ راقم کے عروج کا دور ہے۔ غالباً وہی پہلے خطاط ہیں جنھوں نے ''قالب'' کا استعمال کیا جس سے فن پاروں کی پیش کش میں انقلاب آگیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے دیگر مروجہ رسوم الخط میں ایسی جدتیں کیں کہ اس امداز کی وجہ سے بعد میں آنے والوں نے آپ کو منتہی کا مقام دے دیا۔ اسی شمارے میں استاذ راقم کے حلیۂ شریف کا عکس دیا گیا ہے۔ (تصویر نمبر ۲)۔ یہ حلیۂ شریف جو استاذ مصطفیٰ راقم نے تاریخ خطّاطی کی آرٹ گیلری میں پیش کیا ہے وہ حافظ عثمان کے روایتی انداز اور مختصر مضمون والے حلیہ شریف سے کہیں زیادہ جدت آشنا اور انقلاب آفرین ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حافظ عثمانؒ کے ترتیب دیئے گئے روایتی اور بنیادی انداز کی تکنیکی وضاحت ایک خاکے سے کر دی جائے۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ آج کے فنکار جو حلیہ لکھنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ انھوں نے عموماً اسی انداز کی پیروی کی ہے۔ دوسری یہ کہ درج ذیل خاکے کی مدد سے شائقین خط کی کسی درجے میں رہنمائی ہو جائے گی۔

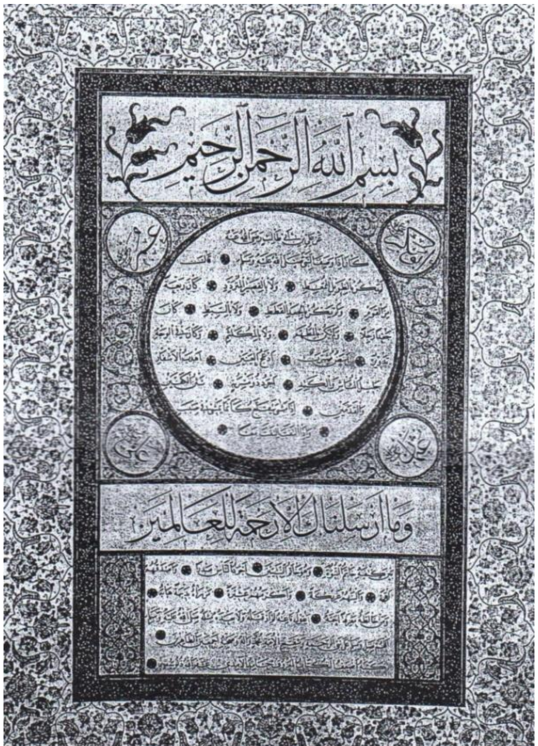

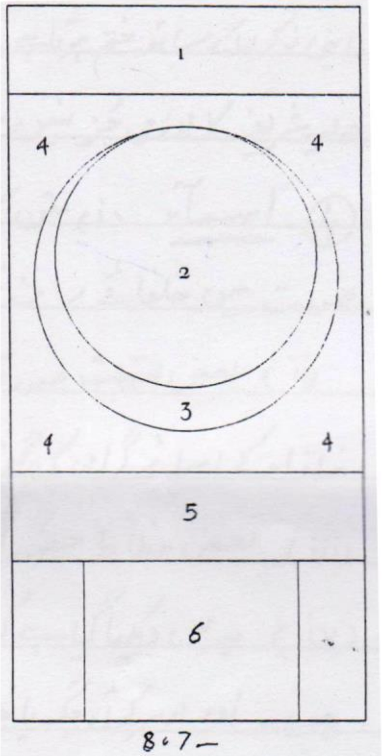

حلیۂ شریف کی عمومی/روایتی ترتیب کا اپنا مخصوص انداز ہے جس کا عکس اوپر دیا گیا ہے۔ اس کے مختلف حصوں کی وضاحت ذیل میں کی جاتی ہے۔

(۱) بیش مقام: سب سے اوپر ایک مستطیل شکل کی جگہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کے لیے مخصوص ہے۔ یہ عموماً خط محقق میں لکھی جاتی ہے۔ کبھی اس میں خفی قلم سے "انہ من سلیمان وانہ" کے الفاظ لکھ کر گویا آیت (نمل۔۳۰) مکمل کر لی جاتی ہے۔ کبھی تعوّذ اور بسملہ دونوں کو اسی جگہ میں تحریر کر دیا جاتا ہے۔

(۲) گوبیک (gobek/ترکی لفظ): یہ حلیہ شریف کا مرکزی حصہ ہے جہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے شروع روایت کی عبارت کو تحریر کیا جاتا ہے۔ یہ حصہ عموماً دائرے کی شکل میں ہوتا ہے۔ اصل متن یہیں لکھا جاتا ہے۔ یہ حصہ عموماً خطِ نسخ میں لکھا جاتا ہے، کبھی ثلث العادی میں بھی لکھ لیتے ہیں۔ اس کی کتابت کا قرینہ یہ ہوتا ہے کہ ایک وصف اور دوسرے کے درمیان قدرے فاصلہ چھوڑا جاتا ہے اور پھر اس خالی جگہ کو نقاشی سے سجایا جاتا ہے۔

(۳) ہلال یہ حصہ چاند کی شکل میں دائرے کے نچلے گھیر میں بنایا جاتا ہے اور یہ ہلال اوپر تک اپنی نوکوں کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ اس حصے کو تذہیب اور نقاشی سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ یہ حصہ حلیہ شریف کا لازمی جز نہیں ہوتا۔ اس کے بغیر بنانا بھی درست ہے۔ (۳)

(۴) اسماء (i) متن کے دائرے کے ساتھ چار کونوں میں جو جگہ باقی بچتی ہے اس میں دائرے کی صورت میں خلفائے راشد ینؓ کے نام عموماً خط ثلث میں لکھے جاتے ہیں۔

(ii) بعض صورتوں میں چار بزرگ فرشتوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔ بعض اوقات خلفاء کے اسمائے گرامی کی گنجائش بھی رکھی جاتی ہے۔

(iii) بعض خطّاط حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء کو اختیار کرتے ہیں۔

(iv) یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ خطّاط اہل بیتؓ کے چار مبارک نام (علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ، حسینؓ) لکھ دیتے ہیں اور اوپر کسی جگہ حلیۂ شریف کے متن کے مرکز میں اسم محمدؐ یا محمدؐ، احمدؐ دونوں اسمائے مبارک تحریر کیے جاتے ہیں۔

(v) کچھ اہلِ فن نے اصحاب شریف عشرہ مبشرہؓ کے اسماء کو سجا کر لکھا اور حلیہ شریف کا حصہ بنا دیا۔

(۵) آیت (Verse):

یہ حصہ آیتِ قرآنی کے لیے مخصوص ہے۔ زیادہ تر اسمیں آیت وما ارسلنک الا رحمةً للعلمین لکھی جاتی ہے۔ یہ حصہ خط ثلث العادی میں لکھا جاتا ہے۔ بعض اوقات خطِ محقق بھی اختیار کیا جاتا ہے۔ کبھی یہاں وانک لعلی خلق عظیم کا مضمون آتا ہے۔ چند پرانے اساتذہ نے اس حصے میں آیت کی جگہ لولاک لما خلقت الافلاک کے الفاظ بھی تحریر کیے ہیں۔

بعض مثالیں اس مقام پر کلمہ طیبہ لکھنے کی بھی ملتی ہیں۔

(۶) خاتمۃ الورق: آیت کے نیچے والا یہ مستطیل حصہ چوڑائی میں ذرا کم ہوتا ہے اور اس کے دائیں بائیں والے خلا میں نقاشی کی جاتی ہے۔ اس جگہ میں حلیہ شریف کے متن کا باقی حصہ تحریر کیا جاتا ہے۔ آخر میں دعائیہ عبارت لکھ کر نیچے باریک قلم سے ترقیمہ کی جگہ ہوتی ہے۔ یعنی خطّاط کا نام اور تاریخ کتابت وغیرہ۔

(۷) اندرونی حاشیہ: یہ حاشیہ پورے حلیہ شریف کی گویا فصیل ہے۔ اس کی چوڑائی ذرا کم رکھی جاتی ہے اور اس میں عموماً دیکھا گیا ہے کہ اندرونی حاشیہ کی چوڑائی اگر ایک سنٹی میٹر ہے تو بیرونی حاشیہ کم از کم تین سنٹی میٹر رکھا جاتا ہے اور اس میں گہرے

رنگوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔

غرض خطاطی کی دنیا سے حلیہ شریف کی کتابت کی روایت کی عمر کم و بیش ڈھائی سو برس ہو رہی ہے۔ کچھ اہلِ ذوق اور فن شناس ہی اس امر کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایک حلیہ شریف کی تکمیل کس قدر خون جگر اور نورِ بصر کا تقاضا کرتی ہے۔ خطّاطی، نقّاشی، صحتِ لفظی کے تمام تر کمال کو یکجا کرنا عمیق مطالعے، تربیت اور وقتِ نظر کا تقاضا کرتا ہے۔ دنیا بھر کے خطاطوں نے آج تک جو بدیع اور وقیع شاہکار بصد شوق نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیے ہیں وہ ان کے حُبّ ِرسول کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ دنیا بھر کے باکمال اساتذہ فن اور بالخصوص ترک اساتذہ کا ایک مشترک وصف عشقِ رسول بھی ہے۔ یہی کیمیا ہے جو ان فن پاروں کے لیے درکار محنت و مشقت کو سہل بنا دیتی ہے۔

درج بالا ساری تمہید حلیۂ شریف کی روایت کا پس منظر واضح کرنے کے لیے عرض کی گئی۔ اور آیئے اب دور حاضر کے فن دوست اور فنکار اس موضوع پر کیا سوچ رہے ہیں اور روایت کا دامن چھوڑے بغیر جدید رجحانات کے میلان سے کیسا منظر نامہ تخلیق کر رہے ہیں۔ تفصیل اس جمال کی یوں ہے کہ ترکی کے ایک نہایت علم دوست اور فن شناس، شخص محمد شیبی (Cebi) کے بارے میں پڑھا۔ معلوم ہوا کہ موصوف کے پاس خطاطی کے پرانے اور موجودہ فن پاروں کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ قابل داد یہ امر ہے کہ وہ خود ہی چار مرتبہ حلیۂ شریف کے بہترین نمونوں کی نمائش کا اہتمام کر چکے ہیں۔

ترکی کے ایک ادارے نے جناب محمد شیبم کی کرشماتی شخصیت اور روایتی اسلامی فنون، بالخصوص حلیہ شریف کی خطاطی کے لیے ان کی خدمات کی قرار واقع تحسین کی اور صرف حلئیہ شریف کی خطاطی کے ایک بڑے عالمی مقابلے کا انعقاد تجویز کیا گیا۔ اپریل ۲۰۱۰ء میں قدیم فنون / آرٹ کے ایک ادارے (Istambul Ancient Art Centre) کی طرف سے اس مقابلے کا اعلان کیا گیا۔ جناب محمد شیبی کی رہنمائی میں اس مقابلے میں اس مقابلے کی تفصیلات طے کی گئیں۔ دنیا بھر سے فنِ خطاطی کے ماہرین کو اس مقابلے میں حصہ لینے کی دعوت دی گئی۔ اس مقابلے کی وقعت اور وسعت کا اندازہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ اس مقابلہ کے سب سے بڑے ایوارڈ (Special Jury Prize) کے لیے ۵۰ ہزار امریکی ڈالر کی انعامی رقم مختص کی گئی۔ اس کے بعد چودھویں پوزیشن تک کے لیے معقول انعامی رقوم پیش کی گئیں۔

حلیہ شریف کے اس مقابلہ خطاطی کے دو حصے تھے۔ ایک حصے سے خطِ ثلث، خط نسخ، خط محقق، خط ریحانی، خط دیوانی، دیوانی جلی اور کوفی وغیرہ کے استعمال کی اجازت دی گئی۔ دوسرے حصہ میں خط نستعلیق/ تعلیق، خوردہ تعلیق اور شکستہ کے استعمال سے فن پارہ تخلیق کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔ اس حصہ کے فن پاروں پر بھی گرانقدر انعامات مقرر کئے گئے تھے۔ ایک اہم شرط یہ رکھی گئی کہ کوئی فنکار مقابلہ میں بھیجنے والے فن پارے کے ساتھ کتابت کے علاوہ کوئی تزئین آرائش نہیں بنائے گا۔ بعد میں جب انعام یافتہ فنپاروں اور شرکاکے ناموں کی کیٹلاگ مرتب کی گئی تو اس میں ان فن پاروں کو بہترین نقاشی اور آرائش سے مزین کرکے طبع کیا گیا۔

استنبول اینٹک صنعت (Istambul Antik Sanat) کی طرف سے جو معلوماتی اور شاندار کیٹلاک شائع کیا اس میں قیمتی معلومات کے علاوہ انعام یافتہ شاہپاروں کو دیکھ کر روح تک مسرور ہو جاتی ہے۔ اس مقابلے کے لیے فن پارے جمع کرانے کی آخری تاریخ ۳۱ مئی ۲۰۱۱ء مقرر کی گی۔ جیوری کے لیے نامور سینئر خطاطوں کی خدمات حاصل کی گئیں۔ جیوری کے ارکان میں جناب علی طائی (ترکی)، جناب غلام حسین امیر خانی اور بالخصوص جناب داؤدبیکتاش جیسے لوگوں شامل تھے جنہوں نے بنظر نما شرکائے مقابلہ کے کام کا جائزہ لیا اور انعام یافتگان کا انتخاب کیا۔ اس مقابلے میں ترکی کے علاوہ امریکہ، برطانیہ،

ایران، عراق، پاکستان، شام، مصر، متحدہ عرب امارات، تیونس، مراکش اور الجزائر سے کم بیش پانچ سو فنکاروں نے حصہ لیا ۔ فن اور فنکاروں کی حوصلے افزائی کے علاوہ اس عالمی مقابلے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ وابستگانِ فن خطاطی کے تخیل و تصور اور وِژن میں وسعت اور جدّت پیدا ہو اور ساتھ ہی وہ روایت کے لوازم کو اپنے کام میں پیش نظر رکھیں۔

اس مقابلے کے حصہ اول کے سپیشل جیوری ایوارڈ کو پہلے انعام کے طور پر ترکی کے جواد خوران اور مصر کے احمد فارس رزق میں برابر تقسیم کیا گیا۔ (دونوں فن پاروں کا عکس شامل اشاعت ہے ان کے بعد چودھویں پوزیشن تک کے فنکاروں کو بھی نقد انعام سے نوازا گیا۔ مقامِ مسرت ہے کہ دو پاکستانی خطاطوں نے بھی اس فہرست میں جگہ حاصل کی۔ لاہور کے محمد علی زاھد (۴) نے پانچواں انعام حاصل کیا۔ انھوں نے چار رسم الخط حلیہ شریف کی تکمیل میں استعمال کیے۔ اس کا بھی عکس شامل اشاعت ہے۔ دوسرے حافظ آباد کے جواں سال محمد اشرف (۵) ہیرا جنھوں نے گیارھویں پوزیشن حاصل کی۔ ان کی مہارت خط کوفی میں ہے۔ (عکس شاملِ اشاعت ہے)۔

اسی مقابلے کے دوسرے حصے میں دس نمایاں خطّاطوں کو انعامات کا مقدار قرار دیا گیا۔ اس حصہ میں بجا طور پر ایرانی خطاط ہی سر فہرست رہے۔ ان تمام کامیاب فنکاروں کو بھی خطیر انعامی رقوم سے نوازا گیا۔ پہلا انعام محمود رہیران نے حاصل کی۔ فن پارے کا عکس شامل اشاعت ہے۔

حلیۂ شریف کی خطاطی کے ضمن میں ایک پاکستانی فنکار کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ خطّاط ہزارہ الٰہی بخش مطیع (ہری پور) کا لائق شاگرد عبدالرزاق ایک ایسا منفرد خطاط ہے جو اپنی زندگی میں تین سو سے زائد مرتبہ حلیۂ شریف کو مختلف طریقوں سے لکھنے کا اعزاز رکھتا ہے۔

ثقافت اور اسلامی تاریخی ورثے کے حفاظت کے لیے ۱۹۷۵ء میں استنبول میں جو ادارہ قائم ہوا اس نے مسلم دنیا کے فنون اور روایات کے تحفظ کے ضمن میں قابل قدر کوششیں کیں۔ خطاطی کے حوالے سے ۱۹۸۰ء سے (ہر تین سال کے بعد) آج تک ۱۰ بین الاقوامی مقابلے منعقد ہو چکے ہیں اور گیارھویں کا اعلان ہو چکا ہے۔ IRCICA نامی اس ادارے کے ڈائریکٹر جنرل جناب اکمل الدین احسان اوغلو رہے ہیں۔ ادارے کے موجودہ ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر خالد ایران ہیں۔ آپ ایک عالمی خطّاطی نمائش میں شرکت کے لیے ۲۰۱۶ء میں اسلام آباد تشریف لائے۔ اس موقع پر انھوں نے بتایا کہ ارسیکا کے عالمی مقابلوں میں اب تک ۱۵ پاکستانی خطاط ایوارڈ اور انعامات حاصل کر چکے ہیں۔ ارسیکا کی قائم کردہ اس روایت کے زیر اثر بنک البرکہ جیسے اداروں نے بھی مقابلوں کا اہتمام کیا۔ اس طرح متحدہ عرب امارات، الجزائر، ملائشیا اور مراکش میں اعلیٰ معیار کے بین الاقوامی مسابقوں کی روایت بھی بن چکی ہے۔ ترکی سے شائع کردہ حلیۂ شریف کی کتاب، حلیہ شریف کے مقابلوں (۲۰۱۱ء) کی کیٹلاگ سے چند نمونے اس موضوع کی خاطر ناشرین کے بے حد شکریے کے ساتھ شامل کیے جا رہے۔ دوسری طرف ان فن پاروں کو دیکھنے سے مقابلے کے معیار اور وسعت کی ایک جھلک دیکھنے کو مل جاتی ہے۔ حلیۂ شریف کے عظیم شاہ پاروں اور موجودہ باکمالوں کے مجموعی زورِ قلم اور انتہائی محنت کی حیثیت حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ایسی کیفیت معلوم ہوتی جسے اس مصرعے میں بیان کی جائے تو غلط نہ ہو گا۔

قلم ہے آبلہ پا اور مدح باقی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ خطاطی کا فن اپنی اصل کے مطابق وطن عزیز میں زوال پذیر نہیں بلکہ کمال کی طرف گامزن ہے۔ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے دور میں دنیا بازیچہ اطفال بن گئی اور ہر کسی کی دسترس میں ہے۔ لہٰذا آج کے نو واردانِ فن قدیم فنی

ورثے اور اس کی عہد بہ عہد ترقی کے مراحل سے بخوبی واقف ہیں۔ آخر میں میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ہمارے اہلِ وطن کی حالیہ کامیابیوں کے پس منظر کے طور پر پاکستان کے دو نامور اساتذہ فن، استاد گرامی حافظ یوسف سدیدیؒ (۱۹۲۷-۱۹۸۶ء) نے اوّلاً اور جناب سید نفیس رقمؒ (۱۹۳۳-۲۰۰۷ء) نے ثانیاً اس فن کو ایک مضبوط بنیاد فراہم کر دی تھی۔ اسی ماحول سے آنیوالے فنکاروں کے ذوق و شوق کو مہمیز ملی اور عالمی سطح کے بڑے اساتذہ کے کام کی دیکھنے والی آنکھ مل گئی۔

امید ہے کہ وطن عزیز میں جلد ہی اس بھولے بسرے آرٹ اور اسی قبیل کے دوسرے مشرقی علوم میں علمی اور تحقیقی کام شروع ہوگا اور ان شاء اللہ IRCICA کی طرز پر قومی سطح کے سنجیدہ اور معیاری ادارے وجود میں آئیں گے۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) یاقوت مستعصمی کو خطِ نسخ پر اس قدر قدرت تھی کہ ایک مرتبہ انھوں نے محض تیس دنوں میں قرآن حکیم کی کتابت مکمل کی۔ فنِ خطاطی کے ذرائع میں آپ کو "قبلۃ الکتاب" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ بغداد میں مشہور صوفی بزرگ حضرت معروف کرخیؒ کے قدموں کی طرف دفن ہیں۔

(۲) نثر کے یہ دوونوں جواہر پارے محترمی ڈاکٹر شیر محمد زمان چشتی کی کتاب "نقوشِ شرت" کے دریائے مصنفّا سے تلاش کرکے نذر قارئین کیے ہیں۔

(۳)

(۴) موصوف خطا قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ عالمی سطح پر وقیع اور بڑے مقابلوں میں متعدد نمایاں انعامات حاصل کر چکے ہیں۔ (پ ۱۹۶۶ء)

(۵) یہ چھوٹی عمر کے بڑے فنکار ہیں۔ بچپن سے آج تک مختلف انعامات کی فہرست لمبی ہے۔ (ب ۱۹۸۷ء)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆